مولانا مفتی غلام الرحمٰن

جماعت نہم دہم کے نصابِ اسلامیات کی کتاب میں چند قابل توجّہ امور

پشاور یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۱۴ تا ۲۰ اگست پرائمری کی سطح سے لے کر یونیورسٹی تک اسلامیات کے نصاب پر سفارشات کی ترتیب پر سیمینار منعقد ہوئے جس میں پاکستان کے چاروں صوبوں کے نمائندوں نے شرکت کی حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب دوسری نشست میں مہمان خصوصی تھے ان کا مقالہ "اسلامیات برائے جماعت نہم دہم" برائے سنی طلبہ کے جائزے پر مشتمل تھا افادۂ عام کے پیش نظر وہی نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

خطبۂ مسنونہ اور آداب کے بعد! اس علمی اور تحقیقی سیمینار میں آپ جیسے ممتاز فضلاء اور ماہرین تعلیم کے سامنے مجھ جیسے نااہل کو صرف معروضات پیش کرنے کا نہیں بلکہ پروگرام کی دوسری نشست میں مہمان خصوصی کے اعزاز بخشنے پر تہہ دل سے شکرگزار ہوں۔ یہ میرا نہیں بلکہ میری روحانی تربیت گاہ اور مادر علمی "دارالعلوم حقانیہ" کا شرف ہے۔

معزز سامعین کرام!

سیمینار میں دعوت دیتے وقت ایجنڈا کی کوئی خاص نشاندہی نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ اپنے ناقص علم کی روشنی میں مروجہ اسلامیات اور عربی کے نصاب العلم کے بارے میں کچھ تفصیلی جائزہ پیش کرتا۔ آج صبح ورکنگ گروپ کی تشکیل کے بعد گروپ لیڈر کی صوابدید پر "اسلامیات برائے جماعت نہم و دہم (سنی طلبہ) کا جائزہ مجھے سونپا گیا ہے اپنے جائزہ کے چند نکات پیش کرنے سے قبل میں آپ حضرات کی اس ذمہ داری کی نشاندہی ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامیات کے نصاب کی تدوین یا اس پر نظر ثانی ایک دشوار ترین مرحلہ ہے۔ کیونکہ اس کا انداز دوسرے تمام نصاب ہائے مضامین سے مختلف ہے۔ کسی زبان یا عقلی علوم میں غلطی کا تدارک ممکن ہے۔ لیکن دینی معاملہ میں کسی معمولی غلطی سے بہت کچھ خرابیاں آسکتی ہیں۔ اس لئے آپ حضرات اپنے فریضہ منصبی سے بالاتر ہو کر ایک مسلمان ہونے کی حیثیت

سے اپنا دینی اور مذہبی فریضہ سمجھ کر عبادت کی نیت سے ایک قابل لائحہ عمل اور ٹھوس تجاویز تیار کریں تاکہ مستقبل کے معماران اور نئی نسل کی صحیح تربیت ہو سکے۔ اس سلسلہ میں میری رائے ہے۔ کہ جدید نصاب تعلیم کے بارے میں سوچنے کے بجائے مروجہ نصاب تعلیم کی اصلاح پر محنت کی جائے۔ کیونکہ کسی جدید نصاب تعلیم کی منظوری متعدد دشوار گزار مراحل طے کرنے کے بعد آتی ہے۔ شاید اس کے لیے عمر نوح اور صبر ایوب کی ضرورت پڑے

اس مختصر وقت میں زیر نظر "اسلامیات برائے جماعت نہم و دہم" کے مطالعہ سے چند خامیاں سامنے آئیں ہیں۔ آپ حضرات بھی اس کے بارے میں سوچیں۔ اگر کہیں مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔ تو درستگی اپنی ذمہ داری سمجھیں

(۱) مروجہ نصاب تعلیم کی منظور کردہ کتاب از ٹیکسٹ بورڈ پشاور کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز اور طہارت کی ترکیب حصہ دوئم میں سکھائی جاتی ہے۔ گویا عملی طور پر ثبوت دیا جاتا ہے۔ کہ اس مرحلہ پر پہنچ کر بچے کو نماز کی عملی تعلیم کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ جب کہ اس سے قبل جماعت ہشتم میں صرف نماز کی اصطلاحات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

میرے خیال میں نصاب کا یہ انداز اسلامی شخص سے منافی اور متضاد ہے۔ کیونکہ بچہ میٹرک کے مرحلہ میں کم از کم پندرہ سال کا ہوتا ہے۔ عمر کے اس مرحلہ میں بچے کو نماز کی تعلیم کی ضرورت محسوس کرنا اس حدیث سے منافی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بچہ جب سات سال کا ہو تو اس کو نماز کا کہا کرو۔ اور جب دس سال کا ہو جائے۔ تو اس کو نماز کے معاملہ میں بطور ادب مار بھی سکتے ہو۔ بہتر یہ ہوگا کہ نماز کی ترکیب پرائمری کی سطح پر سکھائی جائے۔ عملی طور پر دس سال پہنچنے سے قبل اس کو نماز سے متعارف کرانا چاہیئے۔ البتہ نماز کے مسائل متعدد ہیں، تو مڈل اور ہائی کی سطح پر نماز کے مسائل بیان کیے جائیں۔ تاکہ بچہ صحیح نماز کی ادائیگی پر قادر رہو۔

(۲) دوسری تجویز یہ ہے۔ کہ ناظرہ قرآن مجید ساتویں تک رکھا گیا ہے۔ کلاس ہفتم میں از پارہ ۱۷ تا پارہ ۲۶ تو پارے رکھے گئے ہیں۔ شاید آخری سپارے پہلے درجہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ معکوس ترتیب قراء اور حفاظ کے ہاں اگرچہ حفظ کی سہولت اور آسانی کے لئے مروج ہے۔ لیکن ناظرہ میں ایسی ترتیب سے بچے پر غیر ضروری بوجھ پڑ سکتا ہے، کیونکہ آخری سپارے تلفظ کے اعتبار سے پہلے سپاروں کی نسبت سے مشکل ہیں۔ نیز ناظرہ قرآن اگر پرائمری کی سطح تک محدود رکھا جائے۔ تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اور مڈل میں تجوید کا مستقل نصاب مقرر کر کے پڑھایا جائے۔ تاکہ مڈل پاس کرتے وقت بچہ تجوید و قرات کے قواعد سے کچھ مناسبت بھی رکھ سکے۔

ممکن ہے۔ کہ پرائمری سطح پر سکولوں کی کثرت کی وجہ سے قراء کے بوجھ برداشت کرنے کے لئے حکومت

تیار نہ ہوسکے۔ لیکن اس کا ایک آسان علاج یہ بھی ہے۔ کہ پرائمری سطح کے اساتذہ کے لئے صحیح ناظرہ قرآن پر قدرت رکھنا لازمی قرار دیا جائے، تاکہ کسی دوسرے قاری کی ضرورت کے احساس کے بغیر خود بہ استاد بحیثیت مسلمان قرآن پڑھا سکے۔ اور یہ تصور ختم ہو کہ قرآن پڑھانا صرف مولوی یا قاری کا فریضہ نہیں۔ بلکہ بحیثیت مسلمان ہر ایک پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پرائمری سطح تک ناظرہ قرآن محدود رکھنے کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ اس درجہ میں طلباء زیادہ ہوتے ہیں۔ آگے جاکر تدریجاً طلباء کی تعداد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی اس لئے نچلی سطح پر ناظرہ کے اہتمام سے زیادہ استفادہ کی توقع ہے۔ یا ایہا الذین

(۳) صفحہ ۱۲ پر "قرآنی آیات" کا عنوان دے کر چار صفحات میں ۱۵ عدد شمار کر کے قرآنی آیات لائی گئی ہیں۔ لیکن ان میں ۱، ۴، ۶ اور چودہ کے علاوہ بقیہ تمام آیات ناقص ہیں۔ بلکہ (۸) اور (۹) میں تو ایک آیت کے کچھ حصہ میں تقسیم کر کے دو دفعہ ذکر کی گئی ہے۔ تقطیع آیات کا فقہی نقطۂ نظر سے کسی جائزہ لیے بغیر یہ انداز مناسب نہیں۔ کیونکہ اس سے بچے کو نصف آیت پر پوری آیت کا دھوکہ ہوتا ہے۔ بلکہ یا ایہا الذین لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ (الآیۃ) میں تقطیع آیت سے فساد معنی کا اندازہ کرتے ہوئے میری یہ تجویز ہے۔ کہ ناقص آیت کی جگہ پوری آیت لکھی جائے۔ اگرچہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) احادیث کے حصہ میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ کہ اس میں کسی حدیث کے حوالہ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ حالانکہ حدیث کے ساتھ حوالہ ضروری ہے۔ تاکہ کسی موضوعی روایت کے شکار نہ ہوں۔ اور حوالہ بھی کسی غیر معیاری کتاب کا نہ ہو۔ بلکہ بنیادی وسائل کا سہارا لینا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حدیث کے راوی صحابی کا نام بھی ذکر کرنا چاہیئے۔ تاکہ طلباء کے ذہن میں یہ بات ابھی سے بیٹھ جائے کہ حدیث کا تذکرہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناقص اور نامکمل ہے۔

(۵) حصہ دوم میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن اس میں بعض اصطلاحات بچے کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اس لئے "اصطلاحات فقہیہ" کے نام سے ایک باب کا اضافہ ہونا چاہیئے جس میں ارکان اسلام کے بارے میں فقہی اصطلاحات بیان ہوں۔ تاکہ بعد میں طلباء پر بوجھ نہ رہے۔

(۶) مسائل کے ضمن میں بعض جگہ غلط فہمی کا احتمال پایا جاتا ہے۔ اس کا ازالہ ضروری ہے۔ مثلاً صفحہ ۵۰ پر زکوٰۃ اور مسائل زکوٰۃ پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں سونا، چاندی دوسرے اموال تجارت اور زمین کی آمدنی کے احکام بیان کرنے کے بعد جب حیوانات کی زکوٰۃ کا بیان کیا جاتا ہے، تو یہاں پر اس بات کی تصریح نہیں پائی جاتی کہ گائے، بھینس، اونٹ اور بکری میں بطور زکوٰۃ کیا دینا چاہیئے۔ بلکہ ان الفاظ پر اکتفا کیا گیا ہے کہ مویشیوں اور جانوروں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ بھیڑ بکریوں کا نصاب کم از کم چالیس بھینسوں اور

گایئوں کا کم از کم تیس اور اونٹوں کا کم از کم پانچ مقرر ہے ۔،

سابقہ بیان کی رُو سے شاید بچے یہ سمجھیں ۔ کہ ان میں عشر، نصف عشر یا ۱/۴۰ واں حصہ ادا کرنا واجب ہے ۔ حالانکہ ان کا حکم ان سے کہیں مختلف ہے ۔ مسائل پر نظرِ ثانی نامور مفتیان کرام سے کرانا چاہیئے ۔ زیرِ نظر کتاب پر جن علماء سے نظرِ ثانی کرائی گئی ہے ۔ ان میں کوئی مفتی نہیں ۔

(۷) حصہ اوّل میں " اخلاقیات " کے باب میں جو امور بیان کیے گئے ہیں ۔ ان پر نظرِ ثانی کی جائے ۔ کیونکہ اس باب میں " شرم و حیا "، عورتوں کا مقام، قانون کا احترام "، نظم و ضبط اور حقوق العباد جیسے مباحث میں اخلاقی پہلو مخفی ہے ۔ بلکہ موخر الذکر میں " حق النفس " اور حقوق العباد میں خلط کیا گیا ہے ۔ حالانکہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں ۔ ❋

بقیہ : آتشیں لحاف

ہو جاتے ہیں ' ہمارے سامنے دونوں قسم کی مثالیں ہیں ۔ الفاظ کے ایک بڑے دھنی شاعر' قافیے جن کے غلام اور تشبیہیں جن کے گھر کی باندیاں تھیں' بڑے گھن گرج کے ساتھ ' آگ' آندھی ' بجلی' جن کا نعرہ اور شاعر انقلاب جن کا لقب تھا' مگر وہ اپنی زندگی میں ہی اپنے آنجہانی ہونے کا منظر دیکھنے پر مجبور ہوئے' نہ ان کے شعلہ میں لپک رہی اور نہ شبنم میں تازگی' لوگ ان کے حرف و حکایات بھی بھول گئے اور پند و محاکات بھی ۔

درحقیقت اس میں زمانہ کا کوئی قصور نہیں ہے' زمانہ نے کبھی کسی کمال کے اعتراف میں کمی نہیں کی ہے ' گلاب کو گلاب ہی کہا ہے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ ایسے مریض کو جس کے پورے جسم پر ورم ہو' اس کو تندرست نہیں کیا جاتا ۔ چند نگاہوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے وہ ورم کو موٹاپا سمجھ لیتے ہیں' مگر ورم جب ختم ہو جاتا ہے تو پھر وہی عقل و دانش کی لاغری دکھائی دینے لگتی ہے جو جسم کا طبعی حصہ ہے ۔ یہی حال ہیجان خیز قسم کے افسانے اور نظمیں لکھنے والوں کا ہے ۔ ہیجانیت کی عمر ہی بہت کم ہوتی ہے ۔ اور اس سے بڑھ کر یہ واقعہ ہے کہ "عریاں نویسی" کو پسند کرنے والے "کچھ مزید" کے طالب ہوتے ہیں کل تک جو بات شرم کی سمجھی جاتی تھی' وہ آج روز مرہ میں داخل ہے' اور اس کو ایک حد پر آکر ختم ہونا ہی ہے' اور ذوق دید میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔

کسی فارسی شاعر کا مشہور مصرعہ ہے "دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار" یعنی قوت نگاہ مختصر اور محدود ہے اور ممدوح کے جمال کا کوئی شمار نہیں مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے' عریاں نویس کی متاع ہنر بہت محدود ہے اور دیکھنے والوں کا ذوق تماشا لا محدود ۔ عریاں نویسی کا ایک فلسفہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ افسانہ نگار اپنی سوسائٹی کا ترجمان ہوتا ہے ' وہ معاشرہ کی خرابیوں کو افسانہ کی شکل میں مجسم (ILLUSTRATE) کرتا ہے ۔ وہ کوئی نیا زخم نہیں پیدا کرتا بلکہ معاشرہ کے جسم پر جو پھوڑے ہیں' ان پر اپنے موٹے قلم سے نشتر لگاتا اس کے زہریلے مواد کو دکھا دیتا ہے ۔ ❋